ہیں۔ ان کی پیشین گوئیاں اور الہامات پاکستان کے خلاف ہیں۔ وہ ربوہ میں اپنے مردے امانت کے طور پر دفن کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے جس کی اپنی فوج، اپنی پولیس، اپنا سیکرٹریٹ اور اپنی ہی وزارتِ خارجہ و داخلہ ہے۔

شورش نے جو کچھ کہا اس پر باحوالہ دلائل دیئے۔ سب سے آخر میں اس نے بھی مفتی محمود کی طرح ایک جذباتی مطالبہ کیا۔ اس کے مطالبے کو قبول کرنے کے لیے میرے سامنے دلائل کا انبار تھا اور میں نے دل ہی دل میں یہ مسئلہ حل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، لیکن اس موقع پر شورش نے ایسی حرکت کی جس سے میں لرز گیا۔ اس کے ساتھ مولوی تاج محمود جوان کے ہمراہ تھے وہ بھی بڑے حیران ہوئے۔ شورش نے گفتگو کرتے ہوئے یکا یک اٹھ کر بڑے جذباتی انداز میں میرے پاؤں پکڑ لیے۔ میں نے شورش کو اس کی عظمت کا احساس دلاتے ہوئے اٹھا کر گلے سے لگا لیا۔ مگر شورش ہاتھ ملا کر پیچھے ہٹ گیا۔

> ''بھٹو صاحب! ہمارے پاس کون سی عظمت ہے۔ ایک سو سال سے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت بحال نہیں کرا سکے۔ ہم سے زیادہ ذلیل قوم کسی ملک نے آج تک پیدا نہیں کی ہوگی۔ ہم اُسی وقت عزت و عظمت کا تاج سر پر رکھ سکتے ہیں جب قادیانیوں سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تاج چھین کر سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیں۔ پھر شورش نے روتے ہوئے میرے سامنے اپنی جھولی پھیلا کر کہا: میں آپ سے اپنے اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کی بھیک مانگتا ہوں۔ آپ میری زندگی کی تمام نیکیاں اور خدمات لے لیں۔ میں خدا کے حضور خالی ہاتھ چلا جاؤں گا مگر خدا کے لیے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حفاظت کر دیجیے۔ یہ میری جھولی نہیں۔ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی ہے جس کی جھولی پر قادیانی حملہ آور ہیں۔''

اب اس سے زیادہ مجھے سننے کی تاب نہ تھی۔ میرے بدن میں ایک جھرجھری سی آئی۔ میں بھی آخر مسلمان تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا تھا۔ اس موقع پر شورش نے بات چیت کا رخ جذبات کی طرف موڑ دیا تھا اور میں اپنے مسلمان ہونے کی حیثیت کے سوا سب کچھ بھول گیا تھا۔ میں نے شورش سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں قادیانی مسئلہ ضرور بالضرور حل کروں گا۔ شورش مجھ سے وعدہ لے کر چلا گیا اور میں سوچتا رہا کہ شاید اس شخص نے مجھ پر جادو کیا ہے لیکن مجھ جیسے شخص کو قائل کرنے کے لیے ایک جذباتی ماحول پیدا کرنا صرف شورش کا کام تھا۔ میں اس شخص کی بہت قدر کرتا ہوں۔ ایسا لگتا ہے آغا شورش کاشمیری ہم لوگوں سے شکوہ سنج ہے کہ:

مٹاؤ خاک میں ہم کو مگر خیال رہے
کہ ہم سے لوگ دوبارہ ملا نہیں کرتے

[ٹیبل ٹاکس/جلیس سلاسل]

(مطبوعہ: ہفت روزہ ''فرائیڈے اسپیشل'' کراچی، شمارہ ۵۰، ۱۲ تا ۱۸ دسمبر ۲۰۰۸ء)

ایم کیو ایم----اور اسرائیلی فوج میں قادیانی

ڈاکٹر شاہد قریشی*

ایک یہودی پروفیسر آئی، ٹی ناؤمی کی کتاب ''اسرائیل اے پروفائل'' کے مطابق: ''پاکستان کی فوج میں موجود قادیانیوں کی تعداد سے زیادہ قادیانی اسرائیل کی مسلح افواج میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور پاکستان کے چھے سو سے زیادہ احمدی اُس اسرائیلی فوج میں ملازمت کر رہے ہیں۔'' بہت سے تجزیہ نگاروں کے مطابق: ''قادیانی ہمیشہ ایک باقاعدہ سیاسی مسئلہ اور نقصِ امن کا باعث بنتے رہے ہیں؟''

ہندوستان میں کارگل جنگ کے دوران قادیانیوں نے بھاری مقدار میں چندہ جمع کر کے بھارت کو عطیہ کیا تھا۔
۱۵ر فروری ۱۹۸۷ء میں پاکستانی وزیرِ خارجہ صاحبزادہ یعقوب علی خان نے قومی اسمبلی میں انکشاف کیا تھا کہ پاکستانی مسلح افواج میں اعلیٰ عہدوں پر ۳۲۸ قادیانی افسر متمکن ہیں۔ وزیر خارجہ کی رپورٹ کے مطابق فوج میں ایک لیفٹیننٹ جنرل، پانچ بریگیڈئیرز اور ائیرفورس میں اسی رینک کا ایک افسر، فوج میں دس کرنل، نیوی میں دو، ائیرفورس میں تین، فوج میں ۵۶ کیپٹن، نیوی میں پانچ، ائیرفورس میں ۱۴، کل تعداد = ۳۲۸۔ اسی طرح مذکورہ یہودی مصنف کے مطابق چھے سو قادیانی اسرائیلی مسلح افواج میں ملازمت کر رہے ہیں تو اس رپورٹ کے مطابق ۲۳۸ قادیانی پاکستانی فوج میں ہیں۔

ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز قادیانی رہنما نے مجھ سے کہا کہ ''تم کراچی میں امن قائم رکھنا چاہتے ہو تو قادیانیوں کو امن فراہم کرو۔'' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب بیس سال کے بعد وہ اعلیٰ [پاکستانی] قادیانی فوجی افسران کہاں ہیں اور اب وہ کون کون سے اعلیٰ مراتب پر پہنچ چکے ہیں اور پاکستانی مسلح افواج اور انٹیلی جنس ایجنسیوں میں اُن کا موجودہ مقام کیا ہے؟ ایک سینئر تجزیہ نگار نے کہا کہ ''قادیانیت کو سیاسی وجوہات کی بناء پر معرضِ وجود میں لایا گیا تھا۔ تا کہ اس سے مسلمانوں کو خصوصاً عقیدۂ جہاد کے بارے میں ذہنی انتشار میں مبتلا کیا جائے۔''

۱۹۹۵ء میں ایک قادیانی رہنما نے ولمز روڈ، مانچسٹر میں واقع ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر مجھ سے کہا تھا کہ: ''احمدیوں کو امن فراہم کرو کہ اگر تم کراچی میں امن چاہتے ہو۔'' یہ وہ دور تھا جب بے نظیر بھٹو کی حکومت، وزیرِ داخلہ نصیر اللہ بابر کی نگرانی میں کراچی میں آپریشن کلین اَپ کر رہی تھی۔

* ڈاکٹر شاہد قریشی لندن کے ایک کہنہ مشق ایوارڈ یافتہ تحقیقی صحافی ہیں۔ وہ سکیورٹی، خارجہ پالیسی اور دہشت گردی کے موضوعات پر لکھتے ہیں۔

مجھے اقوامِ متحدہ میں انسانی حقوق کی ایک کانفرنس میں شرکت کی دعوت تھی۔ اسی سلسلہ میں میرا ایک قریبی دوست اگست ۱۹۹۵ء میں مجھے الطاف حسین سے ملاقات کے لیے اُن کے لندن کے دفتر میں لے گیا۔ وہاں انھوں نے ہمیں کراچی میں اپنے (ایم کیو ایم کے) کارکنوں کے ساتھ ناروا سلوک کے مناظر پر مبنی کچھ فلمیں بھی دکھائیں۔ ''جناح پور سازش'' کے الزامات کے سلسلہ میں، میں نے الطاف حسین کو مشورہ دیا کہ آپ کوئی ایسی بات مت کہیں کہ جسے آپ شیخ مجیب الرحمٰن کے چھے نکات کی طرح واپس نہ لے سکیں۔

طارق عزیز جو مبینہ طور پر قادیانی تھا۔ وہ رحمٰن ملک (وفاقی مشیر داخلہ) کا رشتہ دار اور سابق صدر جنرل پرویز مشرف کی نیشنل سکیورٹی کونسل کا ایڈوائزر تھا۔ اب اُس کی بھارت کے ساتھ ٹریک ٹو پالیسی کے لیے خدمات حاصل کی جارہی ہیں۔ اُس کا عہدہ اور تنخواہ ایک وفاقی وزیر کے برابر ہوگا۔ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ ایم کیو ایم او رپیپلز پارٹی مبینہ طور پر ذوالفقار علی بھٹو کی ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کی پارلیمنٹ کی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے والے فیصلہ کو کالعدم کرنے کے لیے پارلیمنٹ میں ایک قرارداد لانے کا منصوبہ بنا رہی ہیں۔

۸ ستمبر ۲۰۰۸ء کو الطاف حسین نے کہا کہ:

> ''ایم کیو ایم کے خلاف وسیع پیمانے پر سازش کی جارہی ہے۔ جس میں لوگوں، مساجد اور امام باڑوں کو فیکس اور ای میلز بھیجی جارہی ہیں، جن میں احمدیوں اور شیعوں کے خلاف منافرت پھیلائی جارہی ہے۔ ایم کیو ایم کا تاثر خراب کرنے کے لیے غلط طور پر ایسی منظر کشی کی جارہی ہے کہ گویا ایم کیو ایم شیعوں اور احمدیوں کے خلاف ہے۔''

الطاف حسین نے ایک قادیانی رہنما مرزا طاہر احمد قادیانی کی جو کئی سال پہلے لندن میں مر گیا تھا۔ مغفرت کی دعا کی۔ حیرت کی بات ہے کہ الطاف نے اُس کے جنازے میں کیوں شرکت نہیں کی؟ اگر دوسرا قبول کرے تو خوش اخلاقی سے کسی کی بھی تعزیت کی جاسکتی ہے لیکن سر ظفر اللہ خان (سابق وزیر خارجہ) نے قائداعظم محمد علی جناح کے جنازہ میں جو ایک سنی عالم دین (علامہ شبیر احمد عثمانی) نے پڑھایا تھا، شرکت نہیں کی تھی۔ الطاف حسین نے قادیانی رہنما مرزا طاہر احمد کی مغفرت کے لیے دعا کی ہے لیکن کیا وہ اس کی تعزیت قبول کرلیں گے۔

''امپیکٹ میگزین'' لکھتا ہے کہ ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کو ایک غیر ضروری اور طویل عرصہ سے چلے آنے والے اختلاف کو ختم کرنا تھا، اس فیصلہ سے آئین کو ایک حقیقی دستوری شکل دیا جانا مقصود تھا۔ مسئلہ صرف اس وجہ سے نہیں پیدا ہوا تھا کہ راسخ العقیدہ اور انتہائی کٹر مسلمان کسی ایک گروہ کو کافر قرار دلانا چاہتے تھے بلکہ اُس کا اصل سبب قادیان کے مرزا غلام احمد کے مسیح اور پیغمبر ہونے کا وہ دعویٰ تھا۔ جس کے نتیجہ میں مرزا پر ایمان نہ لانے والوں (یعنی مسلمانوں) کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کے متعلق قادیانی نقطۂ نظر کو دوسرے قادیانی سربراہ مرزا محمود احمد نے مختصراً اِن الفاظ میں بیان کیا ہے:

''ہماری عبادت غیر احمدیوں سے الگ ہوچکی ہے۔ ہمیں منع کر دیا گیا ہے کہ ہم اپنی بیٹیوں کے رشتے انھیں دیں اور اُن کے مرجانے والوں کے لیے دعائے مغفرت کریں تو پھر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کرنے کے لیے کیا کام باقی رہ جاتا ہے؟ تعلقات دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک مذہبی اور دوسرے دنیاوی۔ آپس کی محبت کا بڑا اِظہار مشترکہ عبادت اور باہمی دنیاوی معاملات سے ہوتا ہے۔ تعلقات اور شادی خاندان کو جوڑے رکھنے کی شرائط ہوتی ہیں لیکن ہمارے لیے ان دونوں امور کو حرام کر دیا گیا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ہمیں تو اُن کی بیٹیوں کے رشتے کرنے کی اجازت ہے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ ہمیں تو عیسائیوں کی لڑکیوں سے بھی شادی کی اجازت ہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم غیر احمدیوں کو سلام کیوں کرتے ہیں؟ تو میرا جواب یہ ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے کہ یہودیوں کو بھی سلام کرو۔ چنانچہ ہمارے مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے ہمیں ہر ممکنہ طریقے سے دوسرے سے الگ کر دیا ہے۔ اب کوئی ایسا تعلق باقی نہیں ہے کہ جو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہو اور ہمیں اُس سے منع نہ کر دیا گیا ہو۔'' (''کلمۃ الفضل'' از مرزا محمود احمد بحوالہ ''ریویو آف ریلیجنز'')

۱۹۳۵ء میں فلسفی شاعر علامہ محمد اقبال نے انگریزوں سے قادیانیوں کو الگ امت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ علامہ اقبال نے کہا تھا کہ قادیانیوں نے اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ مذہبی اور سماجی تعلقات نہ رکھنے کی پالیسی اپنائی ہے، لیکن وہ سیاسی طور پر مسلمانوں کے ساتھ رہنے کے لیے متذبذب ہیں۔ وہ مسلمانوں سے (سیاسی) علیحدگی اختیار کرنے میں پہل نہیں کریں گے، کیونکہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق اُن کی قلیل تعداد (۵۶۰۰۰) کی وجہ سے انھیں کسی بھی اسمبلی کی ایک نشست بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ قادیانیوں نے انگریزوں سے مطالبہ کیا ہے کہ ''پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح اُن کے حقوق بھی تسلیم کیے جانے چاہئیں۔'' (Al Fadhi، ۱۳/نومبر ۱۹۴۶ء)

بشیر احمد اپنی کتاب "Ahmedia Movement: British Jews Connections" میں لکھتے ہیں کہ:

''یہ معروف بات ہے کہ جب ۱۹۵۵ء میں شریف احمد قادیانی کو اسرائیل سے واپس (ربوہ) پاکستان بلا لیا گیا تو جلال الدین قمر جو کہ ایک قادیانی مبلغ تھا۔ ۱۹۵۶ء سے اسرائیل میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ تمام قادیانی مبلغین جو ۱۹۳۸ء سے اسرائیل میں متعین رہے تھے۔ مثلاً جلال دین شمس، اللہ دتہ جالندھری، رشید احمد چغتائی، نور احمد اور چودھری شریف احمد (یہ سب) اسرائیل سے آجانے کے بعد ربوہ میں رہائش پذیر تھے۔ جب وہ اسرائیل میں تھے تو اُن کے خاندانوں کے پُراسرار رَوابط استوار تھے۔''

جہاں تک یہودیوں کی اعانت وتعاون کی بات ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے مرزا مبارک احمد نے اپنی کتاب "Our Foreign Missions" کے صفحہ ۷۹۔۸۰ پر اُس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''اسرائیل میں احمدیہ مشن حیفہ (ماؤنٹ کرمل) کے مقام پر واقع ہے اور وہاں ہماری ایک مسجد، مشن ہاؤس، لائبریری، بک ڈپو اور ایک سکول موجود ہے۔''